پاکستان کا حکومتی ڈھانچہ اور اچھا نظامِ حکومت

وفاقی حکومت کے ادارے اور اُن کی کارکردگی

پاکستان ایک وفاقی مملکت ہے اور 1973 کے آئین کی رو سے اختیارات صوبوں اور مرکز میں منقسم ہیں۔ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں اپنے اپنے آئینی اختیارات کے مطابق کام کرتی ہیں۔

ملک کے سربراہ کی حیثیت صدر کو حاصل ہوتی ہے جبکہ حکومت کا سربراہ وزیرِاعظم ہوتا ہے۔ وزیرِاعظم کی مدد کے لیے کابینہ ہوتی ہے۔ ہر وفاقی وزیر کے ذمے ایک یا ایک سے زیادہ وزارتیں (محکمے) ہوتی ہیں جن کی کارکردگی کا وہ ذمہ دار ہوتا ہے۔ قومی سطح پر قانون سازی کے لیے منتخب مجلسِ شوریٰ قائم ہے، جو دو ایوانوں قومی اسمبلی اور سینیٹ پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ ملازمین کا مستقل سرکاری عملہ ہوتا ہے جو حکومت کی پالیسیوں پر عمل درآمد کرواتا ہے۔ ہر وزارت کا ایک سیکریٹری ہوتا ہے جو اس کا سربراہ ہوتا ہے۔ اس کی مدد کے لیے ہر وزارت میں سینکڑوں چھوٹے بڑے افسر اور دیگر عملہ ہوتا ہے۔

وفاق میں صدر کی حیثیت اور اختیارات

آئین کے مطابق صدرِ مملکت، ملک کا سربراہ ہوگا اور وہی جمہوریہ کی بطورِ وحدت نمائندگی کرے گا۔
آئین کے تحت صدارتی امیدوار کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اوصاف کا حامل ہو۔

i۔ مسلمان ہو۔
ii۔ اس کی عمر 45 سال سے کم نہ ہو۔
iii۔ وہ قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کی اہلیت رکھتا ہو۔

انتظامی اختیارات

وفاق کے اعلیٰ ترین انتظامی اختیارات صدرِ مملکت کو حاصل ہیں۔ جنھیں وہ وزیرِاعظم اور اس کی کابینہ کے مشورے کے مطابق سرانجام دے گا۔

کابینہ کی تشکیل

اس سلسلے میں سب سے اہم اختیار وزیرِاعظم کا تقرر ہے۔ آئین کے مطابق صدر ایسے شخص کو کابینہ کی تشکیل کی دعوت دے گا جسے قومی اسمبلی کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہو۔ صدر، وزیرِاعظم کے مشورے پر کابینہ کے دیگر وزراء اور وزراءِ مملکت کا تقرر کرے گا۔

خصوصی اختیارات

صدر کسی بھی مسئلہ پر کابینہ کو عمومی طور پر یا خصوصی طور پر دوبارہ غور کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔ ان میں ایسے معاملات بھی شامل ہیں جن پر فیصلہ وزیرِاعظم یا کسی وزیر نے کیا ہو لیکن وہ کابینہ میں زیرِ بحث نہ آیا ہو۔ صدر اپنے فرائض کی بجا آوری کے سلسلے میں کسی بھی معاملے پر وزیرِاعظم یا کسی وزیر سے مشورہ طلب کر سکتا ہے لیکن وہ ان کے مشورے کا پابند نہیں ہوگا۔

تقرریاں

صدر، وزیرِاعظم اور دیگر وفاقی وزراء کا تقرر کرتا ہے۔ دوسرے ممالک میں سفیروں کا تقرر، چیف الیکشن کمشنر اور اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کا تقرر صدر کے اہم ترین اختیارات ہیں۔ آئین کی 17 ویں ترمیم کے تحت صدر چیئرمین جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی اور تینوں مسلح افواج کے سربراہان کا تقرر وزیرِاعظم کے مشورے سے کرتا ہے۔ قومی اسمبلی تحلیل ہونے کی صورت میں صدر ایک نگران کابینہ مقرر کرتا ہے۔

قانون سازی سے متعلق اختیارات

قانون سازی دراصل قانون ساز ادارے کرتے ہیں لیکن مجلس شوریٰ قانون بنانے کے بعد صدر سے منظوری حاصل کرتی ہے۔ صدر جب چاہے مجلس شوریٰ کا اجلاس بلا سکتا ہے، ملتوی کر سکتا ہے یا وزیر اعظم کے مشورہ پر قومی اسمبلی توڑ سکتا ہے۔

عدالتی اختیارات

صدرِ مملکت سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحبان اور دیگر ججوں کا تقرر کر سکتا ہے۔ تاہم ہائی کورٹ کے ججوں کی تقرری کے سلسلے میں وہ صوبائی گورنر سے بھی مشورہ کرے گا۔ وہ سزاؤں کو معاف کرنے، ان میں کمی کرنے یا ان کے نفاذ کو معطل کرنے کا مجاز ہوگا۔ صدر کے آئینی اختیارات کے استعمال کے سلسلے میں کسی بھی اقدام کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔

وزیر اعظم کی حیثیت اور اختیارات

وزیر اعظم کو کابینہ میں امتیازی حیثیت حاصل ہے اور صدر کا اہم مشیر ہونے کی حیثیت سے حکومت اور حکومت کی پوری انتظامی مشینری اس کی ذات کے گرد گھومتی ہے۔ ایک طرف وہ پوری انتظامیہ کا نگران ہے تو دوسری طرف وہ قومی قائد اور قائدِ ایوان بھی ہے۔ وزیرِ اعظم کی حیثیت کے مختلف پہلوؤں کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

کابینہ کا سربراہ

وزیر اعظم کابینہ کا سربراہ ہوتا ہے۔ وہ کابینہ کی تشکیل کے سلسلے میں وزراء کی فہرست تیار کر کے صدر کی منظوری حاصل کرتا ہے۔ وزراء اور ان کے متعلقہ شعبوں کی نگرانی اور اُن کے مابین ربط اور ہم آہنگی برقرار رکھنا ایک قابل وزیر اعظم کی خصوصیت ہے۔

NOT FOR SALE

بطورِ قائدِ ایوان

قومی اسمبلی میں اکثریتی جماعت کا قائد ہونے کے سبب وزیرِ اعظم کو قائدِ ایوان کی حیثیت حاصل ہے۔ اس حیثیت سے وہ پالیسی سے متعلق اہم اعلانات اور بیانات جاری کرتا ہے۔ قومی اسمبلی میں مختلف امور طے کرنے کے سلسلے میں وہ قائدِ حزبِ اختلاف سے رابطہ برقرار رکھتا ہے۔ قائدِ ایوان ہونے کی حیثیت سے وزیرِ اعظم کو ایوان میں خاص مراعات حاصل ہوتی ہیں۔

صدر اور کابینہ کے مابین رابطے کا ذریعہ

آئین کے تحت وزیرِ اعظم کو صدر اور کابینہ کے مابین رابطہ بھی برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ آئینی طور پر وفاقی حکومت کے تمام اختیارات کا استعمال صدر ہی کے نام پر ہوتا ہے تاہم وزیرِ اعظم کا یہ آئینی فریضہ ہے کہ ان اختیارات کے استعمال سے متعلق صدر کو باخبر رکھے۔ بلاشبہ ہر وفاقی وزیر کو انتظامی شعبہ کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے صدر تک رسائی حاصل ہے، لیکن عملی طور پر شعبوں کی کارکردگی کے متعلق صدر کو باخبر رکھنا وزیرِ اعظم ہی کی ذمہ داری ہے۔

پارلیمنٹ

آئین کے مطابق ملک کا اعلیٰ ترین قانون ساز ادارہ مجلسِ شوریٰ ہے۔ اس کے دو ایوان ہیں۔

ایوانِ بالا (سینیٹ)

سینیٹ کی کل نشستوں کی تعداد 104 ہے۔ اس میں چاروں صوبوں کو یکساں نمائندگی دی گئی ہے۔ نشستوں کی تقسیم یوں ہے۔

1-	عام نشستیں (ہر صوبے سے 14)	=	14x4	=	56
2-	خیبر پختونخوا میں نئے ضم شدہ اضلاع کی نشستیں (سینٹ کے اگلے انتخابات تک)		8	=	8
3-	وفاقی دارالخلافہ (اسلام آباد)		2	=	2

4۔	خواتین کی مخصوص نشستیں (ہر صوبے سے) 4	=	= 4 x 4	16
5۔	وفاقی دارالخلافہ سے خواتین کی نشست	1	=	1
6۔	ٹیکنوکریٹس کی نشستیں (ہر صوبے سے) 4	=	= 4 x 4	16
7۔	وفاقی دارالخلافہ سے ٹیکنوکریٹس کی نشست	1	=	1
8.	اقلیتوں کی مخصوص نشستیں (ہر صوبے سے) 1		4 = 4x1	

ایوانِ زیریں (قومی اسمبلی)

قومی اسمبلی کے ممبران کو پانچ سال کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ اس کی نشستوں کی کل تعداد 342 ہے۔ ان کی صوبہ وار تفصیل یوں ہے۔

صوبہ پنجاب	183
صوبہ سندھ	75
صوبہ خیبر پختونخوا (بشمول نئے ضم شدہ اضلاع)	55
صوبہ بلوچستان	17
وفاقی دارالحکومت	2
اقلیتیں	10

سینیٹ کے ممبران آپس میں سے ایک چیئرمین اور ایک ڈپٹی چیئرمین کا انتخاب کرتے ہیں جبکہ قومی اسمبلی میں سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

عدلیہ:

سپریم کورٹ

عدلیہ کے پورے نظام میں سپریم کورٹ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ سپریم کورٹ نہ صرف آئین کی تشریح کرتی ہے بلکہ وہ مجلسِ قانون ساز کے بنائے ہوئے قوانین اور حکومت کے احکام اور اقدامات کی آئینی

NOT FOR SALE

حیثیت کو جانچنے کی بھی مجاز ہے۔ سپریم کورٹ کی مستقل نشست تو اسلام آباد میں ہے۔ تاہم چار ارکان پر مشتمل ایک مستقل بنچ لاہور، دو ارکان پر مشتمل بنچ پشاور اور دو ارکان پر مشتمل بنچ کراچی میں بھی موجود ہے۔ آئین کے مطابق سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر صدر کرتا ہے جب کہ باقی ججوں کا تقرر کرتے وقت صدر، چیف جسٹس سے مشورہ کرتا ہے۔

ہائی کورٹ

پاکستان کے آئین کے مطابق ہر صوبہ میں ایک ہائی کورٹ قائم کی گئی ہے۔ ہائی کورٹ کو خالص صوبائی عدالت نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ ملک کے عدالتی نظام کے سلسلہ کا ایک حصہ ہے۔ ہائی کورٹ کے تمام ججوں کا تقرر صدر کرتا ہے۔

محتسبِ اعلیٰ

نظم و نسق میں رشوت ستانی اور دھاندلیوں کے تدارک کی خاطر وفاقی سطح پر محتسبِ اعلیٰ مقرر ہے، جب کہ صوبائی سطح پر بھی ان کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

وفاقی شرعی عدالت

وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کا تقرر صدر پاکستان خود کرتا ہے۔ چیف جسٹس اور دوسرے جج صاحبان کی میعاد تین سال ہے لیکن صدر پاکستان ان کی دوبارہ تقرری کر سکتا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت اسلام کے منافی قوانین پر نظرِ ثانی کرتی ہے۔

ماتحت عدالتیں

پاکستان میں دیوانی اور فوجداری مقدمات کے لیے الگ الگ عدالتیں قائم ہیں۔ مثلاً ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ، فوجداری عدالتیں، دیوانی عدالتیں، مالگزاری عدالتیں، انتظامی عدالتیں اور ٹریبونل وغیرہ وغیرہ۔

مرکزی (وفاقی) اور صوبائی مشترکہ ادارے

وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان بعض امور کو سرانجام دینے کے لیے ایسے ادارے قائم ہیں جن کا تعلق وفاقی اور صوبائی حکومت دونوں سے یکساں ہوتا ہے۔ مثلاً

1۔ منصوبہ بندی کمیشن
2۔ مشترکہ مفادات کی کونسل
3۔ قومی اقتصادی کونسل
4۔ قومی مالیاتی کمیشن
5۔ اسلامی نظریاتی کونسل

صوبائی حکومتیں (The Provincial Governments)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 1973ء کے آئین کے مطابق صوبوں کے اندر پارلیمانی نظام رائج کیا گیا ہے۔ ہر صوبے کا انتظامی سربراہ گورنر ہوتا ہے۔ وزیر اعلیٰ صوبائی حکومت کا سربراہ ہوتا ہے وہ صوبے کا انتظام صوبائی وزراء اور سول سیکریٹریٹ کی مدد سے چلاتا ہے۔ ہر صوبائی وزیر کے ذمے ایک یا ایک سے زیادہ محکمے ہوتے ہیں جن کی کارکردگی کا وہ ذمہ دار ہوتا ہے۔ صوبائی سطح پر قانون سازی کے لیے منتخب صوبائی اسمبلی ہوتی ہے۔

صوبائی گورنر

جو اہمیت ملک میں سربراہ کی حیثیت سے صدر کو حاصل ہوتی ہے وہی اہمیت صوبے میں گورنر کے حصے میں آتی ہے۔ ذیل میں گورنر کے فرائض و اختیارات کا ذکر کیا گیا ہے۔

انتظامی امور

تمام صوبائی احکامات گورنر کے نام پر کیے جاتے ہیں۔ بیشتر امور میں گورنر، وزیر اعلیٰ اور صوبائی کابینہ

NOT FOR SALE

کے مشورہ کا پابند ہے۔ وزیر اعلیٰ کا فرض ہے کہ گورنر کو اپنی کارکردگی سے باخبر رکھے۔
گورنر ان تمام ذمہ داریوں کو بھی پورا کرے گا جو اس پر وقتاً فوقتاً صدر کی جانب سے عائد کی جائیں گی۔

عدالتی اختیارات

ہائی کورٹ کے ججوں کا تقرر کرتے وقت صدر مملکت متعلقہ صوبہ کے گورنر سے بھی صلاح و مشورہ کرتا ہے۔

ہنگامی حالات کے دوران فرائض

جب پورے ملک یا ملک کے کسی حصہ میں ہنگامی حالات کا نفاذ کیا جاتا ہے تو ہنگامی حالات کے اعلان کے بعد وفاقی حکومت کے ایما پر گورنر ایسے تمام اختیارات کا خود استعمال کر سکتا ہے جو صوبائی اسمبلی کے سوا کسی بھی صوبائی ادارے کو حاصل تھے۔ اس طرح تمام انتظامی اختیارات گورنر کے پاس چلے جاتے ہیں۔

صوبائی کابینہ (The Provincial Cabinet)

صوبائی حکومت میں پارلیمانی اصول رائج ہونے کے باعث اصل انتظامی اختیارات صوبائی وزیر اعلیٰ اور اس کی کابینہ کو حاصل ہیں۔ آئین کی دفعہ 129 کے مطابق ''صوبائی حکومت صوبائی نظم و نسق کے سلسلے میں اپنے اختیارات کا استعمال گورنر کے نام پر کرے گی۔'' صوبائی حکومت میں وزیر اعلیٰ اور وزراء اپنے فرائض گورنر کی زیر نگرانی سرانجام دیں گے، جسے سربراہ کی حیثیت حاصل ہوگی۔ آئین کے مطابق گورنر ایسے شخص کو وزیر اعلیٰ مقرر کرے گا جسے متعلقہ صوبائی اسمبلی میں اکثریتی ارکان کی حمایت حاصل ہو۔

صوبائی اسمبلی

آئین کے مطابق صوبائی اسمبلی صرف ایک ہی ایوان پر مشتمل ہوتی ہے۔ صوبائی اسمبلی میں نشستوں کی تعداد یوں ہے۔

صوبہ بلوچستان (کل نشستیں) 65

صوبہ خیبر پختونخوا	"	145
صوبہ سندھ	"	168
صوبہ پنجاب	"	371

صوبائی اسمبلی پانچ سالوں کے لیے منتخب کی جاتی ہے۔ گورنر صوبائی وزیر اعلیٰ کے مشورہ سے اسمبلی کو برخاست کرسکتا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں گورنر کو سو دنوں کے اندر نئی اسمبلی کی تشکیل کے لیے انتخابات کا انعقاد کرنا ہوگا۔ گورنر صوبائی اسمبلی کو خود بھی قانون سازی سے متعلق سفارشات بھیج سکتا ہے اور وہ ان پر غور و خوض کرنے کی پابند ہوگی۔

وزراء کا تقرر

صوبائی وزیر اعلیٰ گورنر کے مشورے سے صوبائی کابینہ کی تشکیل کرتا ہے اور اس کے مشورے پر ان کے درمیان محکموں کی تقسیم کرتا ہے۔ اپنے عہدوں کا چارج سنبھالنے سے قبل نئے وزراء کو گورنر کے سامنے اپنے عہدوں کا حلف اٹھانا ہوتا ہے۔ کابینہ اپنے تمام امور کے لیے صوبائی اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔

انتظامی اختیارات

1973ء کے آئین کے مطابق صوبائی انتظامیہ کا دائرہ اختیار ان تمام معاملات کے انتظامی پہلو تک وسیع ہوگا جن پر صوبائی اسمبلی قانون سازی کرسکتی ہے۔ صوبائی کابینہ تمام اہم صوبائی معاملات اور قانون سازی سے متعلق تجاویز سے گورنر کو باخبر رکھے گی۔ نیز وہ اس بات کی بھی پابند ہوگی کہ گورنر کی طرف سے تجویز کردہ امور پر غور و خوض کرے۔

قانون سازی کے اختیارات

صوبوں میں بھی وزارتی نظام رائج ہونے کے باعث وزیر اعلیٰ اور تمام وزراء اسمبلی کے اجلاسوں میں حاضر ہوں گے اور بحث و مباحثہ میں حصہ لیں گے۔ واضح رہے کہ اسمبلی میں قانون سازی سے متعلق بیشتر مسودات کابینہ کی طرف سے ہی پیش کیے جاتے ہیں اور اکثریتی گروہ کی تائید پر بالعموم منظور کرا لیے جاتے ہیں۔

NOT FOR SALE

مالیاتی اختیارات

صوبائی کابینہ ہر سال اخراجات و آمدنی کے گوشواروں کی صورت میں سالانہ میزانیہ (بجٹ) اسمبلی میں منظوری کیلئے پیش کرتی ہے۔ عام طور پر اکثریتی گروپ کی حمایت کے بل بوتے پر وہ اپنی مالیاتی تجاویز کو منظور کرا لیتی ہے۔ چنانچہ مالیات پر کنٹرول ہی کابینہ کو دوسرے اداروں سے ممتاز کرتا ہے۔

نگران کابینہ

ایسی صورت میں جب کہ اسمبلی برخاست ہوچکی ہو تو گورنر، وزیر اعلیٰ اور اس کی کابینہ کو اس وقت تک کام جاری رکھنے کا حکم دے سکتا ہے جب تک کہ نئی کابینہ کی تشکیل نہیں ہوجاتی۔ نیز صدر کے مشورہ پر گورنر نگران کابینہ (Caretaker Cabinet) بھی مقرر کرسکتا ہے اور ایک غیر رکن اسمبلی بھی وزیر اعلیٰ، وزیر یا وزیر مملکت مقرر ہوسکتا ہے۔

پس منظر

انسانی معاشرے کی اجتماعی ضروریات، سماجی اور سیاسی تصورات جوں جوں بڑھتی گئی ہیں تو اسی تناسب سے قوانین، قواعد اور ضوابط کی ضرورت سامنے آتی رہتی ہے اور جوں جوں انسانی معاشرے کے معاملات پیچیدہ ہوتے گئے اسی تناسب سے اس امر کی ضرورت محسوس ہوتی رہی کہ ان معاملات میں ترجیحات کا تعین کس طرح کیا جائے تاکہ انسانی معاشرہ کسی جمود کے بغیر آگے بڑھتا جائے۔ اسی سلسلے میں وقتاً فوقتاً بلدیاتی انتخابات ہوتے رہے ہیں اور مقامی حکومتیں بنتی رہی ہیں۔ لیکن مقامی حکومتوں کو زیادہ اختیارات 2000ء کے ایکٹ کے تحت حاصل ہوئے اور اختیارات کے نچلی سطح پر منتقلی عمل میں لائی گئی۔

2005ء کے ایکٹ کو بعض ترامیم کے ساتھ نافذ کیا گیا۔اب نئی مقامی حکومتیں تشکیل دی گئی ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

مقامی حکومتیں (2013ء)

صوبائی اسمبلی نے مقامی حکومتوں کے ایکٹ 2013ء کے مطابق 30 مئی 2015ء کو بلدیاتی انتخابات کا پہلا مرحلہ مکمل کیا جس کے تحت تین سطح کی مقامی حکومتیں بنیں۔

۱۔ دیہی/محلہ کونسل

۲۔ تحصیل/ٹاؤن کونسل

۳۔ ضلعی حکومت/ضلع کونسل

دیہی/محلہ کونسل

مقامی حکومتوں کے اس نظام کی بنیادی اکائی دیہی علاقوں کیلئے دیہی کونسل اور شہری علاقوں کیلئے محلہ کونسل ہے۔دیہی اور محلہ کونسل 10 سے 15 ارکان پر مشتمل ہوتی ہے۔آبادی کی بنیاد پر متعین کردہ پانچ سے دس ارکان جنرل نشستوں پر منتخب ہوتے ہیں جبکہ خواتین کی دو، مزدور/کسان، نوجوان اور غیر مسلموں کے ایک ایک نشست مختص ہے۔جنرل کونسلر میں سب سے زیادہ ووٹ لینے والا ناظم اور دوسرے نمبر پر زیادہ ووٹ لینے والا نائب ناظم کہلاتا ہے۔یہ انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر بلاواسطہ ہوتے ہیں۔ پورے صوبے میں تقریباً تین ہزار پانچ سو دیہی اور محلہ کونسلیں قائم کی گئی ہیں۔ہر کونسل میں خواتین، مزدوروں/کسانوں، اقلیتوں اور نوجوانوں کیلئے نشستیں مخصوص کی گئی ہیں جس کی وجہ سے یہ یقینی بنایا گیا ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات کو مؤثر نمائندگی دی جائے۔دیہی اور محلہ کونسلوں کی بنیادی ذمہ داریاں یہ ہیں۔

دیہی/محلہ کونسل کی ذمہ داریاں

۱۔ سرکاری دفاتر کی کارکردگی کی نگرانی تاکہ عوام کو سرکاری خدمات کی فراہمی میں بہتری لائی جائے۔

۲۔ ثالثی کے ذریعے تنازعات کا پرامن حل تاکہ معاشرے میں اختلافات کا خاتمہ ہو سکے۔

۳۔ پیدائش، اموات اور نکاح کی رجسٹریشن تاکہ فلاح و بہبود کی بہتر منصوبہ بندی ہو سکے۔

۴۔ گاؤں اور محلے کی سطح پر صاف پانی کی فراہمی، صفائی، نکاسی آب، گلیوں کی پختگی، سماجی اور اجتماعی مقامات کی دیکھ بھال اور کھیلوں کیلئے میدانوں کی تعمیر و مرمت تاکہ مقامی سطح پر حفظانِ صحت اور صحت مند سرگرمیوں کا انتظام ہو سکے۔

۵۔ عام لوگوں کو اجتماعی فلاح و بہبود کیلئے منظم کرنا تاکہ گلیوں، کوچوں اور شاہراہوں کی تعمیر و مرمت اور انہار کی صفائی میں حصہ لے سکیں۔

۶۔ گلی اور محلے کی سطح پر چوکیداروں کا انتظام تاکہ لوگوں میں تحفظ کا احساس پیدا ہو سکے۔

۷۔ کونسل کی سطح پر ایک اکاؤنٹس کمیٹی کا انتخاب تاکہ سرکاری رقم کے خرچ کا باقاعدہ حساب کتاب کیا جا سکے۔

۸۔ معذوروں، غریبوں اور ناداروں کیلئے وسائل کی فراہمی کا انتظام تاکہ ان کے مشکلات اور تکالیف کا ازالہ ہو سکے۔

تحصیل/ٹاؤن کونسل اوراس کی ذمہ داریاں

تحصیل کی سطح پر خیبر پختونخوا میں مقامی حکومتوں کے 74 انتظامی یونٹ قائم کیئے گئے ہیں جن کا انتخاب بلاواسطہ جماعتی بنیادوں پرکیا جاتا ہے۔ تحصیل کونسل میں بھی خواتین، مزدوروں، کسانوں، اقلیتوں اور نوجوانوں کو مخصوص نشستوں پر نمائندگی دی گئی ہے۔ تحصیل/ٹاؤن کونسل کے ناظم اور نائب ناظم کا انتخاب منتخب کونسلر کرتے ہیں۔ تحصیل کی سطح پر مقامی حکومت کا بنیادی کام بلدیاتی خدمات کی فراہمی ہے جن کے اجزاء مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ پانی کی ترسیل کا انتظام کرنا اور اس میں بہتری پیدا کرنا تاکہ لوگوں کو صاف اور محفوظ پانی مل سکے۔

۲۔ پوری تحصیل میں صفائی، نکاسی آب اور کوڑا کرکٹ کوٹھکانے لگانا تاکہ حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق زندگی گزاری جاسکے۔

۳۔ مختلف ضرورتوں کیلئے اراضی کے استعمال میں باقاعدگی پیدا کرنا تاکہ قصبے اور شہر منظم انداز سے آباد ہوسکیں اور اراضی کو بہتر سے بہتر انداز میں استعمال کیا جاسکے۔

۴۔ بلدیاتی خدمات سے متعلق تمام قوانین اور قواعد کا نفاذ تاکہ اُن خرابیوں کا تدارک ہوسکے جو عوام کی انفرادی اور اجتماعی صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

۵۔ سرکاری اختیارات، شاہراہوں، گلیوں اور دوسرے عوامی مقامات سے تجاوزات کا خاتمہ تاکہ لوگوں کی آمدورفت میں سہولت اور آسائش پیدا ہوسکے۔

۶۔ شہروں کی اندرونی سڑکوں کی تعمیر، مرمت اور دیکھ بھال تاکہ بازاروں، مارکیٹوں اور کاروباری مراکز میں آمدورفت میں آسانی ہو۔

ضلعی حکومت کی ذمہ داریاں

ضلع ہمارے نظامِ حکومت میں سب سے اہم انتظامی اکائی ہے۔اس کے ممبران کا انتخاب تحصیل کونسلرز کی طرح بلاواسطہ یونین کونسل کی سطح پر جماعتی بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔خواتین، مزدور/کسان، نوجوان اور غیر مسلموں کیلئے بلاواسطہ انتخاب کیا جاتا ہے۔ضلع ناظم اور نائب ناظم کا انتخاب منتخب ضلعی کونسلر کرتے ہیں۔ مقامی حکومتوں کے نظام میں ہر ضلع کیلئے ایک ضلعی حکومت قائم کی گئی ہے اور صوبائی حکومت نے تقریباً چوبیں محکموں/دفاتر کی ذمہ داری ضلعی حکومتوں کو تفویض کی ہے۔اِس نظام کے تحت مندرجہ ذیل اہم خدمات کی فراہمی، انتظام، اہتمام اور نگرانی متعلقہ ضلعی حکومتوں کی ذمہ داری ہے۔

۱۔ پرائمری تا ثانوی تعلیم

۲ دیہی اور بنیادی مراکزِ صحت اور ہسپتال

۳۔ سماجی فلاح و بہبود

۴۔ مال گزاری اور زرعی شعبہ کی خدمات بمعہ انجمن ہائے امدادِ باہمی

۵۔ دیہی ترقیاتی امور

۶۔ بہبودِ آبادی وغیرہ

غور سے دیکھا جائے تو یہی وہ سماجی اور معاشرتی خدمات ہیں جن کی عام آدمی مقامی سطح پر حکومت سے توقع رکھتا ہے اِن کا انتظام و انصرام ضلعی حکومتوں کو تفویض کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ یہ خدمات بہتر اور موثر انداز میں لوگوں کو اِن کی دہلیز پر فراہم کی جاسکیں۔

جب بہت ساری بلدیاتی اور سماجی خدمات کی فراہمی ایک قانون کے ذریعے مقامی حکومتوں کو سونپی گئی ہے تو اس کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مقامی حکومتیں اُن وسائل کا اہتمام کیسے کریں گی جو اِن خدمات کی فراہمی بلکہ بہتر انداز میں فراہمی کیلئے درکار ہیں۔اس مقصد کیلئے قانون میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ہر سال اِن مقامی حکومتوں کو ترقیاتی بجٹ کا کم از کم تیس فیصد حصہ دیا جائے گا۔اس انتظام کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مالی سال 16-2015ء کے بجٹ میں دیہی اور محلّہ کونسلوں کے لئے تیرہ ارب روپے سے زیادہ وسائل مختص کئے گئے تھے جن کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

مقامی حکومتوں کو ذمہ داری، اختیارات اور وسائل کی تفویض کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کے لیے آسانی اور آسائش پیدا کی جائے اس لئے قانون میں اس امر کا انتظام بھی کیا گیا ہے کہ ان وسائل کا باقاعدہ آڈٹ کیا جائے اور مقامی حکومتوں کی کارگزاری اور کارکردگی کا باقاعدہ حساب رکھا جائے تاکہ سرکاری وسائل کے بہتر استعمال کے ذریعے شہریوں کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی لائی جاسکے۔

مقامی حکومتوں کے نظام میں انتظامی لحاظ سے متعلقہ ناظم کو مرکزی اہمیت حاصل ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ کسی بھی غیر قانونی اور خلافِ قاعدہ فیصلے کیلئے ذاتی طور پر ذمہ دار بھی ہے۔اس کے علاوہ وہ اس امر کا پابند ہے کہ اپنی انتظامیہ اور سرکاری محکموں کی سہ ماہی رپورٹ کونسل میں پیش کرے اور کونسل کی رہنمائی میں غلطیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کرے۔

ہر مقامی حکومت کی کونسل متعلقہ علاقوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے جن میں سے ہر ایک اپنے حلقۂ انتخاب اور رائے دہندگان کے سامنے جوابدہ ہے۔اس لئے ہر مقامی حکومت کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنا سالانہ بجٹ، ترقیاتی پروگرام اور اہم ترقیاتی منصوبوں کی منظوری متعلقہ کونسل سے لے۔اس انتظام کا فائدہ یہ ہے کہ اجتماعی فہم و فراست کے نتیجے میں بہتر منصوبہ بندی ہوسکے گی۔

اچھا نظام حکومت اور اسلام

ساتویں صدی عیسوی میں پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم نے عرب میں جو انقلاب برپا کیا اس کے اثرات اتنے دوررس تھے کہ اس کو بعد کے ادوار میں تمام انقلابات کی بنیاد اور اساس قرار دیا جاسکتا ہے۔اسلامی انقلاب صرف ذہنی یا مذہبی نہیں بلکہ یہ ایک پسماندہ قبائلی معاشرے میں معاشی اور معاشرتی انقلاب بھی تھا۔اسلام نے عوام کی فلاح و بہبود کو حکومت کے اہم ترین فرائض میں شامل کرکے مثالی فلاحی مملکت کا نمونہ پیش کیا۔اسلام نے بہتر اسلوبِ حکمرانی کے جو اصول مقرر کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

حصول علم کی تاکید

اسلام میں علم حاصل کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے اور علم حاصل کرنا مرد و عورت کیلئے فرض قرار دیا گیا ہے۔موجودہ زمانے میں بھی ملک وقوم کی ترقی کیلئے علم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

آزادی نسواں کا تصور

آج کل عورتوں کے حقوق کے بارے میں کافی بحث و مباحثہ ہورہے ہیں لیکن اسلام نے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کے حقوق کا نعرہ بلند کیا اور عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دے کر زمانہ جاہلیت کی لاچار عورتوں کو ایک عظیم مقام دیا۔

غلاموں سے بہتر سلوک

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم نے صدیوں پہلے یہ واضح کردیا تھا کہ کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ برتری کا معیار صرف تقویٰ کو قرار دیا گیا۔اسی لئے اسلام نے غلاموں سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی۔

جمہوریت

خلفائے راشدین کے دور میں حکمرانی کی روح جمہوریت پر قائم تھی۔ یہاں تک کہ ایک عام آدمی کھڑے ہوکر خلیفہ وقت پر سرِ عام اعتراض کرسکتا تھا۔خلفاء کا انتخاب جمہوری طریقہ پر کیا جاتا تھا۔

عوامی حکومت

اسلام نے سب سے پہلے اس تصور کو عام کیا کہ حکمران عوام کے خادم ہیں۔ بیت المال کو عوام کی امانت تصور کیا جاتا تھا۔خلفائے راشدین اپنے ذاتی اخراجات کے لیے بھی سرکاری خزانے سے پیسے نہیں لیتے تھے۔

مشاورت

خلفائے راشدین کے دور میں عوام میں اتنا جمہوری شعور پیدا ہوگیا تھا کہ ایک عام آدمی بھی خلیفہ وقت کے اقدامات پر اپنی رائے کا اظہار کرسکتا تھا۔حکومت کے تمام کام مجلسِ شوریٰ میں مشورے کے لیے پیش ہوتے تھے اور اس پر عوام کی رائے بھی لی جاتی تھی۔

فلاحی حکومت

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ ''قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''خدا کے نزدیک سب سے زیادہ خوش نصیب وہ حاکم ہے، جس کے ذریعے رعایا خوشحال ہو اور سب سے زیادہ بدبخت حاکم وہ ہے جس کے ذریعے رعایا بدحال ہو۔''

فلاحی ریاست کا تصور سب سے پہلے اسلام نے پیش کیا اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف منصوبے شروع کیے، عدالتیں بنوائیں، نہریں کھدوائیں، لائبریریاں قائم کیں اور یتیم بچوں سے لے کر بیوہ عورتوں تک سب کے لیے وظائف مقرر کیے۔

بنیادی حقوق کا تحفظ

حکومت چلانے میں بنیادی کردار اس کے سربراہ کا ہوتا ہے۔ اگر وہ امانت دار اور دیانت دار ہو تو عوام کے حقوق کا خیال رکھتا ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں خلفاء کی ذاتی زندگیاں عام دنیا کے سربراہانِ مملکت کے لیے نہ صرف سادگی کی مثال تھیں بلکہ انھوں نے بغیر کسی امتیاز کے سب کے حقوق کا یکساں خیال رکھا اور کسی کو ذات، برادری، مذہب یا زبان کی بنیاد پر برتری نہیں دی۔ اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد لوٹ کھسوٹ سے پاک معاشرہ قائم کرنا ہے۔ جس میں ہر فرد کو بلا امتیاز ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔

عدلیہ کی آزادی

انسانی آزادی کے تحفظات میں عدلیہ اپنا اہم مقام رکھتی ہے۔ عدلیہ صحیح معنوں میں اُس وقت شہریوں کو تحفظ فراہم کرسکتی ہے جب وہ (عدلیہ) خود مختار ہو اور اُس پر انتظامیہ کا کوئی دباؤ نہ ہو۔

اسلام نے ہی سب سے پہلے ایک آزاد عدلیہ کا تصور دیا۔ خلفائے راشدین کے دور میں قاضی (جج) پر خلیفہ وقت کی طرف سے کوئی دباؤ نہیں ہوتا تھا اور وہ اپنے فیصلوں میں خود مختار ہوتا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں انتظامِ سلطنت

حضرت عمر فاروقؓ نے جہاں اپنے دس سالہ دورِ حکومت میں قیصر و کسریٰ کے محلات تک اسلامی سلطنت کی حدود پھیلائیں، وہیں آپ نے اَقوامِ عالم کے سامنے ایک ایسا منظم انتظامِ سلطنت بھی پیش کیا جو آج بھی قابلِ عمل اور قابلِ تقلید ہے۔

جمہوریت کا تصور

حضرت عمر فاروقؓ کا عظیم ترین کارنامہ جمہوریت کا وہ جذبہ ہے جو آپؓ نے اپنی قوم میں پیدا کیا۔ آپ نے عام آدمی کو یہ حق دیا تھا کہ وہ سرِ عام خلیفہ پر نکتہ چینی کرسکے۔ آپ نے باقاعدہ مجلسِ شوریٰ قائم کی۔

آپ کا قول ہے "بغیر مشاورت خلافت ناممکن ہے۔"

ملکی تقسیم

حضرت عمرؓ نے سلطنت کو آٹھ انتظامی صوبوں میں تقسیم کیا۔ پھر صوبوں کو ضلعوں میں تقسیم کیا۔ صوبے کا گورنر والی کہلاتا تھا۔ اس کی مدد کے لیے صوبے میں اور بھی بہت سے افسر ہوتے تھے۔ یہ سب افسر صوبے کے والی کے ماتحت کام کرتے تھے۔ ان سب کو دربارِ خلافت سے نقد تنخواہ ملتی تھی۔

عمال کی تقرری و فرائض

حضرت عمرؓ عمال کی تقرری دو طریقوں سے کرتے تھے۔ پہلا طریقہ یہ تھا کہ مہاجرین و انصار کا جلسہ عام ہوتا اور اُس میں اراکینِ مجلسِ شوریٰ عمال کا انتخاب کرتے تھے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ مقامی باشندوں کو حق دیا جاتا تھا کہ اپنے عمال خود منتخب کریں۔ تقرری سے قبل عمال سے یہ عہد ضرور لیا جاتا تھا۔

1۔ ترکی گھوڑا (بہت قیمتی) استعمال نہیں کریں گے۔
2۔ باریک کپڑا نہیں پہنیں گے۔
3۔ چھنا ہوا آٹا استعمال نہیں کریں گے۔
4۔ دروازے پر دربان نہیں ہوگا۔
5۔ ضرورت مندوں کے لیے ہر وقت دروازے کھلے رکھیں گے۔

عمال کو حج کے دنوں میں لازمی آنا ہوتا تھا تاکہ لوگ ان کے خلاف اپنی شکایات خلیفہ کے سامنے پیش کرسکیں۔ عمال کے خلاف تحقیقات کے لیے خصوصی عملہ مقرر کیا جاتا تھا۔

مردم شماری اور زمین کی پیمائش

سب سے پہلے مردم شماری حضرت عمر فاروقؓ نے کروائی اور زمینوں کی پیمائش بھی آپ کے دورِ سلطنت میں کروائی گئی۔

بیت المال

حضرت عمرؓ کے دور سے قبل بیت المال کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ کیونکہ جو آمدنی ہوتی تھی اسے فوراً تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں وسیع فتوحات ہوئیں۔ جس کے نتیجے میں آمدنی کافی بڑھ گئی تھی۔ اس سلسلے میں آپ نے باہمی مشورے سے صوبوں میں بیت المال قائم کیے۔ جبکہ مرکزی بیت المال مدینہ میں قائم کیا گیا۔

صوبوں کے پاس مصارف کے بعد جو رقم بچ جاتی تھی وہ مرکزی بیت المال کو واپس کر دی جاتی تھی۔

بیت المال کی آمدنی کے بڑے ذرائع یہ تھے۔

i۔ مالِ غنیمت ii۔ زکوٰۃ iii۔ عشر iv۔ خراج v۔ جزیہ وغیرہ

سنہ ہجری کا اجراء

کاروبارِ سلطنت کافی پھیل گیا تھا۔ اہلِ عرب کسی خاص واقعہ سے شمار کا حساب کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ مسئلہ مجلسِ شوریٰ میں پیش کیا۔ کافی بحث ہوئی اور آخر کار متفقہ طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم کی ہجرت سے اسلامی کیلنڈر شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ کیونکہ ہجرت تاریخ اسلام میں اہم ترین واقعہ ہے۔ اس کیلنڈر کا عملی آغاز ۱۶ ہجری سے ہوا۔

امیر المومنین کا لقب

خلیفہ عام طور پر خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ آپ نے امیر المومنین کے لقب کی ابتداء کی۔ بعد میں خلیفہ کو امیر المومنین کے لقب سے ہی یاد کیا جانے لگا۔

قاضی

قاضی مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ ان کو نقد تنخواہ دی جاتی تھی۔ عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل تھی۔ ان پر انتظامیہ کا کسی قسم کا دباؤ نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ قاضی کسی عام شخص کی شکایت پر امیر المومنین کو بھی عدالت

میں بلا سکتا تھا۔ قانون کی نظر میں تمام لوگ برابر تھے۔

رفاہِ عامہ

آپ نے رفاہِ عامہ کو دیگر کاموں پر فوقیت دی۔ آپ نے دنیا کی تاریخ میں پہلی دفعہ ضرورت مند لوگوں کے وظائف مقرر کیے۔ معذور اور محتاج افراد کو بیت المال سے تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں۔ اکثر شہروں میں مہمان خانے بنوائے۔ جہاں بیت المال کے خرچ سے مسافروں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ مدینہ میں غریبوں کے لیے عام لنگر قائم تھا۔ اس کا انتظام حضرت عمرؓ خود کرتے تھے۔ لاوارث بچوں کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ بچوں کی پیدائش کے دن سے ہی ان کا وظیفہ مقرر کر دیا جاتا تھا۔ آپ رات کو خود گشت کیا کرتے تھے تاکہ غریبوں کے حالات معلوم کر سکیں۔ سرکاری اخراجات سے جو رقم بچ جاتی وہ مسلمانوں میں تقسیم کی جاتی تھی۔ آپ نے دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پنشن کا نظام رائج کیا۔ آپ نے آب پاشی اور ذرائع آمدورفت بہتر بنانے کے لیے کئی نہریں کھدوائیں۔

اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی اور بہتر اسلوبِ حکمرانی

اہداف اور توقعات

1947ء میں آزادی کے حصول کے بعد پاکستان میں جو نظامِ حکمرانی رائج ہوا وہ انگریزوں کے سامراجی اور نوآبادیاتی نظام پر مبنی تھا۔ اس نظام کی جڑیں جاگیردارانہ اور سامراجی بنیادوں پر قائم تھیں۔ عوام کا اس میں کوئی عمل دخل اور مرضی و منشا شامل نہ تھی۔ آزادی کے ساتھ اس سامراجی و دقیانوسی نظام کو تبدیل کرنا چاہیے تھا لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر کسی نے نظام کی تبدیلی کے لیے کوشش نہیں کی۔

گزشتہ صدر نے آئین کے مطابق ''حقیقی جمہوریت'' لانے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ جمہوریت تین سطح پر استوار ہو۔

1۔ وفاقی
2۔ صوبائی

3۔ مقامی

مقامی حکومتوں کے نظام سے حقیقی جمہوریت کے لیے نچلی سطح سے ایک بنیاد فراہم ہوگی اور اس کا بنیادی نکتہ "لامرکزیت" (Decentralization) ہے۔ جنرل پرویز مشرف، چیف ایگزیکٹیو پاکستان کے 17 اکتوبر 1999ء کے خطاب کے مطابق حکومت کے مندرجہ ذیل مقاصد طے پائے:-

1۔ قومی اعتماد اور حوصلہ بحال کرنا۔
2۔ وفاق کو مضبوط کرنا، صوبوں کے درمیان عدم توازن ختم کرنا اور قومی یگانگت کو بحال کرنا۔
3۔ اقتصادی حالت کا احیاء کرنا اور سرمایہ کاری کے اعتماد کی تجدید کرنا۔
4۔ امن عامہ کو یقینی بنانا اور لوگوں کو انصاف فراہم کرنا۔
5۔ ریاستی اداروں کو سیاسی اثرات سے آزاد کرانا اور ان کی تعمیر نو کرنا۔
6۔ نچلی سطح پر لوگوں کو اختیارات منتقل کرنا۔
7۔ غیر جانبدارانہ احتساب کو یقینی بنانا۔

ان مقاصد اور اہداف کے حصول کے لیے "بہتر اسلوبِ حکمرانی" کو نہایت اہم تصور کیا گیا، اور اختیارات کو نچلی سطح پر منتقل کرنے اور بہتر اسلوبِ حکمرانی کے لیے حکومت نے مندرجہ ذیل اصول اپنائے۔

عوام کی مرکزی حیثیت

دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک میں عوام پر توجہ دی جارہی ہے۔ لہٰذا پاکستان میں معاشی، سیاسی، معاشرتی اور انتظامی امور کو عوام کی فلاح و بہبود کو مدِ نظر رکھ کر نبھانا ہوگا۔ اس نکتہ پر زور دیا گیا ہے کہ سیاسی نظام اور سیاسی پارٹیوں سے لوگوں کے اعتماد کا اٹھنا مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر ہے۔

i۔ مرکزیت
ii۔ دولت کی سیاست
iii۔ بدعنوانی

حقوق اور ذمہ داری

حقوق کے لیے ذمہ داری شرط ہے اور اس میں ریاست اور عوام دونوں شامل ہیں۔ قومی تعمیرِ نو کے پروگرام میں عوام اور ریاست کے حقوق اور ذمہ داری پر مبنی پالیسیاں اپنائی گئی ہیں۔ اس میں عوام کے حقوق کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

i۔ ترقی و نشوونما کا حق
ii۔ شمولیت کا حق
iii۔ معلومات کا حق

عوام کی خدمت

اس نئے نظام میں حکومت عوام کی خدمت کے لیے ہوگی۔ اس کے لیے حکومت، اداروں اور سیاسی کلچر کو بدلنا ہوگا۔ ماضی میں ریاست صرف "شرفاء اور امراء (Elite)" طبقے کے مفادات کا خیال رکھتی تھی۔ عام شہریوں کو صرف بھاری بھرکم ٹیکس ادا کرنے پڑتے تھے اور بدلے میں انھیں کچھ نہیں ملتا تھا۔

حکومت کی از سرِ نو تعمیر کی پالیسی ہی میں ان تمام کو نئے نظام میں تبدیل کرنے کے لیے ایک منصوبہ بنایا گیا۔ اس نئے نظام اور باتوں کے علاوہ لوکل گورنمنٹ کے لیے نئے نظام پر توجہ دی گئی۔

بااختیار بنانے کے اہداف

حکومت نے نئے نظام کو عملی جامہ پہنانے اور بااختیار بنانے کے لیے پانچ اہداف مقرر کیے۔

1۔ سیاسی قوت کی نچلی سطح پر منتقلی
2۔ انتظامی اتھارٹی کی (Decentralization) لامرکزیت
3۔ انتظامی کارگزاری کی بنیاد تک پہنچنا (Deconstrcution of Management Function)
4۔ انتظامی امور و اختیارات کو منتشر کرنے کا عمل (Diffusion of Power Authority Nexus)
5۔ وسائل کی تقسیم

بہتر اسلوبِ حکمرانی کو مؤثر بنانے کے لیے تا حال مندرجہ ذیل ادارے قائم کیے گئے ہیں۔

1۔ قومی سلامتی کونسل
2۔ وفاقی کابینہ
3۔ صوبائی گورنر
4۔ صوبائی کابینہ
5: قومی تعمیرِ نو بیورو
6۔ قومی احتساب بیورو
7۔ قومی نظامِ نگرانی
8۔ نیشنل کمانڈ اتھارٹی

بہتر اسلوبِ حکمرانی کی راہ میں درپیش رکاوٹیں اور اصلاح

پاکستان میں بہتر اسلوبِ حکمرانی کی راہ میں مندرجہ ذیل رکاوٹیں درپیش ہیں۔

تعلیم کی کمی

آزادی کے بعد اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود بھی پاکستان میں تعلیم کی کمی ہے۔ جس کی وجہ سے سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی مسائل میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ آخری معاشی جائزے (Economic Survey) کے مطابق پاکستان میں 58% لوگ خواندہ ہیں۔ یہ شرح بین الاقوامی اصولوں کے مطابق بہت کم ہے۔

معیاری منصوبہ بندی کا فقدان

پاکستان میں نہ صرف سیاست کے میدان میں تجربات ہوتے رہے ہیں بلکہ یہاں معاشی منصوبہ بندی بھی ناقص رہی ہے۔ جس کا اثر عوام اور حکمرانوں دونوں پر پڑا۔ جس کے نتیجے میں فلاحی ریاست کا تصور ماند پڑ گیا۔

پارٹیوں کی تعداد میں اضافہ

پاکستان میں نہ صرف سیاسی پارٹیوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے بلکہ پرانی پارٹیاں بھی مختلف وجوہات کی بناء پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ سیاسی لیڈر عوام کے مسائل حل کرنے میں دلچسپی نہیں لیتے، جس کا نتیجہ تمام عوام کو بھگتنا پڑتا ہے۔

وفاقی اصولوں سے انحراف

پاکستان ایک وفاقی مملکت ہے لیکن حکمران طبقہ آئین کے مطابق وفاقی اصولوں سے انحراف کرتا رہا اور بجائے وفاقی جمہوری اصولوں کو مؤثر اور فعال بنانے کے ہر حکمران اپنے سیاسی اور ذاتی مقاصد کے لیے آئین اور حکومت کو استعمال کرتا رہا۔ جس سے ملک میں افراتفری کی فضا پیدا ہوتی رہی۔

مذہبی انتہا پسندی

پاکستان میں کچھ عرصے سے مذہبی انتہا پسندی بڑھ رہی ہے۔ جس کی وجہ سے فرقہ واریت نے زور پکڑا ہے۔ ان تمام باتوں کی وجہ سے ملک سیاسی اور معاشی طور پر کمزور ہوتا چلا گیا۔

قانون کی پاسداری نہ کرنا

اصولی طور پر قانون کی نظر میں تمام لوگ یکساں ہوتے ہیں لیکن ہمارے ملک میں عملی طور پر انصاف کا حصول اور قانون کی پاسداری بڑی مشکل بات ہے۔ عدالتی نظام نہایت ہی پیچیدہ اور مہنگا ہے۔ جس میں پیسے اور وقت کا کافی ضیاع ہوتا ہے۔

تدارک

بہتر اسلوبِ حکمرانی کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات ضروری ہیں۔

قانون کی حکمرانی

بہتر اسلوب حکمرانی کے لیے اولین شرط قانون کی حکمرانی ہے۔ ملک میں قانون نہ صرف زبانی و کتابی حد تک بلکہ عملی طور پر بھی سب کے لیے یکساں ہو اور قانون کی نظر میں سب برابر ہوں۔ امیر و غریب، آقا و غلام، مرد و عورت اور اقلیتوں کے لیے اگر ملک میں ایک قسم کا قانون ہو اور اُس پر سختی سے عمل بھی ہو تو تب ملک میں انصاف کا بول بالا ہوگا اور خوشحالی آئے گی۔

عوام کی شمولیت

عوام کی شمولیت کے بغیر جمہوری نظام کا تصور پورا نہیں ہوسکتا کیونکہ جمہوری نظام کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس نظام میں عوام حکومت کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ حکومت اور حکمرانی کے تمام معاملات میں عوام شریک ہوں اور اپنے متعلق فیصلے کرنے میں اُن کی رائے شامل ہو۔

عہدے اور اختیار کا آئینی اور قانونی جواز

جمہوری نظام کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ حکومت عوام کی نمائندگی سے بنتی ہے۔ اس میں نہ فوجی بغاوت اور نہ انقلابات کا ڈر رہتا ہے۔ اس نظام میں آئین کے مطابق اقتدار ایک سے دوسرے کو منتقل ہو جاتا ہے اور اس طرح جمہوری ادارے مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جاتے ہیں۔

احتساب

بہتر اسلوب حکمرانی کے لیے مسلسل احتساب ضروری ہے۔ حکمران طبقے سے لے کر نچلے درجے کے سرکاری ملازمین تک کو کسی نہ کسی صورت میں احتساب کے عمل سے گزرنا چاہیے تا کہ رشوت، اقربا پروری، اختیارات کے ناجائز استعمال کے رجحانات کو ختم کیا جا سکے چنانچہ احتساب کے عمل کو شفاف اور سیاسی وابستگی سے پاک رکھنا ہوگا۔

مردم شماری

فلاحی ریاست میں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے حکومت اقدامات کرتی ہے اور مختلف منصوبوں کی تشکیل کی جاتی ہے۔ منصوبہ بندی کے لیے مردم شماری اولین شرط ہے کیونکہ اس طرح سے وسائل کو نہ صرف صحیح طریقے سے استعمال میں لایا جاسکتا ہے بلکہ آبادی اور وسائل میں ایک تناسب بھی رکھا جاسکتا ہے۔

شفاف کارکردگی

بہتر اسلوب حکمرانی کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کے ہر ادارے کی کارکردگی کو شفاف رکھا جائے۔ کوئی بھی منصوبہ عوام سے مخفی نہ رکھا جائے۔ اس طرح سے حکومت کے ہر منصوبے میں عوام کی رضا اور منشا کو احسن طریقے سے شامل کیا جاسکتا ہے۔

فوری اور سستا انصاف

ایک فلاحی ریاست میں انصاف کا بول بالا ہونا چاہیے۔ کیونکہ عوام کو زندگی کے ہر شعبے میں انصاف دلانا حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ حکومت کو ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ انصاف فوری اور سستا میسر ہو سکے۔ جتنا انصاف آسانی سے ملے گا اتنے ہی عوام خوشحال ہوں گے۔

پائیدار معاشی ترقی

پائیدار معاشی ترقی ایک اچھی حکومت اور بہتر حکمرانی کی ضامن ہوتی ہے۔ اگر ملک معاشی طور پر خوشحال ہوگا تو اس میں بسنے والے عوام بھی خوشحال ہوں گے اور اگر ملک معاشی طور پر آزاد نہ ہو تو سیاسی طور پر آزادی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

وسائل کی صحیح تقسیم

اگر ملک میں وفاقی طرزِ حکومت ہو تو وفاق کی تمام اکائیوں اور صوبوں میں وسائل کی صحیح تقسیم ہونی

چاہیے اور کسی بھی حصے میں ایسے حالات نہیں ہونے چاہئیں جس سے اس میں احساسِ محرومی پیدا ہو۔

احساسِ ذمہ داری

اگر ملک کے تمام اداروں کی کارکردگی اچھی ہوگی اور نوکر شاہی سے لے کر حکمران طبقے تک سب میں یہ احساس ہوگا کہ وہ عوام کے خادم ہیں اور عوام کا حصہ ہیں تو ملک کے تمام اداروں اور افراد میں فطری طور پر ایک احساسِ ذمہ داری ابھرے گا اور اس سے عوام کی ترقی و بہبود میں مدد ملے گی۔

مشق

1. خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کریں

i. فلاحی ریاست کا تصور سب سے پہلے ______ نے پیش کیا۔

ii. حضرت عمرؓ نے سلطنت کو ______ انتظامی صوبوں میں تقسیم کیا۔

iii. سینیٹ کی کل نشستوں کی تعداد ______ ہے۔

iv. بہتر اسلوبِ حکمرانی کے لیے اولین شرط ______ کی حکمرانی ہے۔

v. نیا بلدیاتی و ضلعی نظام اپنی پہلی مقررہ معیاد ______ 2005ء میں مکمل کر چکا ہے۔

2. درست جواب کا انتخاب کریں۔

i. 1973ء کے آئین کے مطابق پاکستان کیسی مملکت ہے؟

(پارلیمانی، وحدانی، صدارتی، وفاقی)

ii. سینیٹ میں نشستوں کی کل تعداد کتنی ہے؟

(70، 80، 90، 104)

iii. قومی اسمبلی میں صوبہ خیبر پختونخوا کی کل کتنی نشستیں ہیں؟

(40، 42، 55، 44)

iv. قومی اسمبلی کے ممبران کا انتخاب کتنے سال بعد ہوتا ہے؟

(3 سال، 4 سال، 5 سال، 6 سال)

v. حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی سلطنت کو کتنے صوبوں میں تقسیم کیا تھا؟

(4، 6، 7، 8)

3. مختصر جوابات تحریر کریں۔

i. حضرت عمر فاروقؓ نے رفاہ عامہ کے لیے کون سے اقدامات کیے؟

ii. حضرت عمر فاروقؓ نے عمال کی تقرری کے لیے کیا طریقہ کار اپنایا؟

iii. صدر پاکستان کے خصوصی اختیارات کیا ہیں؟